بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانعام

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قَدۡ نَعۡلَمُ اِنَّهٗ لَيَحۡزُنُكَ الَّذِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ لَا يُكَذِّبُوۡنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَصَبَرُوۡا عَلٰى مَا كُذِّبُوۡا وَاُوۡذُوۡا حَتّٰۤى اَتٰهُمۡ نَصۡرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدۡ

ہم اِس بات سے واقف رہے ہیں[۳۷] کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں،[۳۸] اُس سے تمھیں رنج ہوتا ہے۔ (ایسا نہیں ہونا چاہیے)، اِس لیے کہ یہ تمھیں نہیں جھٹلا رہے، یہ ظالم تو آیات الٰہی کا انکار کر رہے ہیں[۳۹]۔ تم سے پہلے بھی رسولوں کو (اِسی طرح) جھٹلایا گیا تھا تو اپنی تکذیب اور اپنی اذیتوں پر اُنھوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ ہماری مدد اُنھیں پہنچ گئی۔ اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور (ہماری اِس سنت کو سمجھنے کے لیے)

۳۷؎ اصل میں 'قَدۡ نَعۡلَمُ' کا لفظ آیا ہے۔ یہ درحقیقت 'قَدۡ كُنَّا نَعۡلَمُ ' ہے۔ مضارع پر جب اِس طرح 'قَدۡ' آتا ہے تو اِس میں فعل ناقص عربیت کے قاعدے پر محذوف ہوتا ہے۔ یہاں اِس سے مضمون میں یہ اضافہ ہو گیا ہے کہ یہ بات برابر ہمارے علم میں رہی ہے اور ہے۔

۳۸؎ یہ اُنھی مطالبات کا ذکر ہے جو پیچھے بیان ہو چکے ہیں اور آگے بھی بیان ہوں گے۔

۳۹؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین اور تسلی کے لیے یہ نہایت دل نواز جملہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے

جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِىَ نَفَقًا فِى
الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى

پیغمبروں کی کچھ سرگذشتیں تمھیں پہنچ ہی چکی ہیں[40]۔ ۳۳-۳۴

اِن کا اعراض اگر (اِس کے باوجود) تمھیں گراں گزر رہا ہے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی زینہ ڈھونڈ سکتے ہو تو ڈھونڈ لو کہ اِن کے پاس کوئی نشانی لے آؤ[41]۔ اللہ چاہتا تو اِن سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا، اِس لیے جذبات سے مغلوب ہو جانے والوں میں سے نہ بنو[42]۔ (ہماری اِس دعوت کو)

کوئی بات لے کر نہیں اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ ہمارا کلام اور ہماری کتاب ہے جو ہمارے حکم سے اور ہماری ہدایت کے مطابق اِن کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ یہ اگر جھٹلا رہے ہیں تو تم کو نہیں، بلکہ ہمیں جھٹلا رہے ہیں۔ اِس لیے معاملے کو ہم پر چھوڑو، اِن ظالموں سے ہمیں نمٹیں گے۔

۴۰؎ یہ اُس سنت الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام اور اُن کے پیرووں کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"...انبیا اور اُن کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ کی براہ راست مدد سے ہم کنار ہونے کے لیے ابتلا و امتحان کے ایک طویل اور صبر آزما مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔ اِس کے بغیر خدا کی نصرت ظاہر نہیں ہوتی۔ اِس دوران میں اِن انبیا کی قوموں کی طرف سے برابر اِن کی تکذیب ہوتی ہے۔ اِن کو ہر قسم کی ایذائیں دی جاتی ہیں اور ہر پہلو سے اِن کو زچ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اِس طرح جو کچھ حق کے مخالفین کے اندر ہوتا ہے، وہ بھی ابھر کر باہر آجاتا ہے اور جو جو ہر نبی اور اُس کے ساتھیوں کے اندر ہوتا ہے، وہ بھی نکھر کے سامنے آجاتا ہے۔ یہ وقت ہوتا ہے کہ منکرین حق پر خدا کی حجت تمام ہو جاتی ہے اور نبی اور اُن کے ساتھی سزاوار ہوتے ہیں کہ اُن کے لیے اللہ کی مدد ظاہر ہو۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی سنت ہے اور اللہ کی سنت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ تمام رسولوں کی سرگذشتیں اِس سنت اللہ پر شاہد ہیں۔" (تدبر قرآن ۳/ ۴۴)

۴۱؎ اِس جملے میں جواب شرط محذوف ہے۔ یہ عربی زبان کا ایک معروف اسلوب ہے۔ ترجمے میں ہم نے اُسے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾
وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ

وہی قبول کریں گے جو سننے والے ہیں۔ رہے یہ مردے تو (اِن کا انجام اب یہی ہے کہ) اللہ اِنھیں اٹھائے گا، پھر یہ اُس کی طرف لوٹا دیے جائیں گے۔ ۳۵-۳۶

کہتے ہیں کہ اِس نبی پر اِس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی[۴۳]؟ کہہ دو: اللہ پوری قدرت رکھتا ہے کہ (جب چاہے) کوئی نشانی اتار دے، مگر اِن میں سے اکثر (یہ مطالبہ اِس لیے کرتے ہیں کہ بعض حقائق سے) واقف نہیں ہیں[۴۴]۔ (دیکھتے نہیں ہو کہ) زمین پر جتنے جانور (اپنے

---

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کھول دیا ہے۔

۴۲ مطلب یہ ہے کہ دنیا علم و عقل اور ارادہ و اختیار کے امتحان کے لیے بنی ہے۔ اللہ یہ کر سکتا تھا کہ بالجبر لوگوں کو ہدایت پر جمع کر دیتا یا کوئی ایسی صورت پیدا کرتا کہ سارے حجاب دور ہو جاتے اور لوگ حقیقت کو بچشم سر دیکھ لیتے، لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ اُس کی اسکیم یہی ہے کہ لوگ اِس امتحان سے گزر کر کامیاب یا ناکام ہوں۔ لہٰذا اِن کے ایمان کی آرزو میں اِس طرح جذبات سے مغلوب نہیں ہونا چاہیے کہ یہ سنت الٰہی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔

یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جذبات کوئی جذبات نفس نہیں تھے، بلکہ سراسر جذبات خیر تھے، مگر حد مطلوب سے بڑھتے ہوئے محسوس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو روک دیا۔ آیت میں بظاہر عتاب ہے، لیکن یہ عتاب بڑا محبت آمیز ہے۔ اِس میں اگر کوئی تلخی ہے تو اُس کا رخ اُنھی بدبختوں کی طرف ہے جن کے ایمان کے لیے آپ اِس قدر بے تاب تھے۔

۴۳ آگے کی آیات سے بتدریج واضح ہو جائے گا کہ یہ مطالبہ کسی ایسی نشانی کے لیے تھا جو یہ ثابت کر دے کہ اگر یہ لوگ پیغمبر کی تکذیب پر قائم رہے تو اِن پر عذاب آجائے گا۔

۴۴ اِس اجمال میں بڑی تفصیل پوشیدہ ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... اِس سے ایک تو یہ بات نکلتی ہے کہ یہ نادان اور مغرور لوگ اِس طرح کی نشانی کے ظہور کے نتائج سے آگاہ نہیں۔ اِن کے نزدیک یہ محض ایک کھیل تماشا ہے، حالاں کہ یہ نشانی اگر ظاہر ہو گئی تو سب کی کمر توڑ کر رکھ دے گی۔

بِجَنَاحَیۡہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمۡثَالُکُمۡ مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّہِمۡ
یُحۡشَرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُکۡمٌ فِی الظُّلُمٰتِ مَنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ

پاؤں سے چلتے ہیں) اور (فضا میں) جتنے پرندے اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں[45]، سب تمھاری ہی طرح امتیں ہیں اور (سمجھانے کی حد تک تو) ہم نے اپنی کتاب میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے[46]۔ اِس کے بعد (یہی باقی ہے کہ ایک دن) یہ اپنے پروردگار کے حضور میں اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ ہماری آیتوں کو جن لوگوں نے جھٹلانے کا فیصلہ کر لیا ہے، وہ بہرے اور گونگے تاریکیوں میں پڑے ہوئے

دوسری یہ کہ یہ خدا کی اُس حکمت اور سنت سے واقف نہیں ہیں جو انبیا اور اُن کے مکذبین کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو فوراً پکڑ لے، بلکہ وہ اُن کو ایک خاص مدت تک مہلت دیتا ہے جس میں اُن پر ہر پہلو سے خدا کی حجت پوری کر دی جاتی ہے۔ جب یہ حجت پوری ہو چکتی ہے، تب خدا اُن کو پکڑتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو پھر اُن کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ تیسری یہ کہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ پیغمبر کی دھمکی جھوٹی ہے یا خدا کے ہاتھ ہی بے بس ہیں، حالاں کہ خدا سرکشوں کو جو ڈھیل پر ڈھیل دیتا ہے تو اِس وجہ سے کہ اُس کی تدبیر بڑی محکم ہوتی ہے۔ وہ رسی کتنی ہی دراز کر دے، لیکن اِس کا کوئی امکان نہیں ہوتا کہ کوئی اُس کے قابو سے باہر نکل سکے۔ چوتھی یہ کہ یہ بدقسمت لوگ اُس رحمت سے نا آشنا ہیں جو اِس مہلت کے اندر مضمر ہے، بشرطیکہ اُس سے فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ رحمت میں سبقت کرتا ہے، غضب میں سبقت نہیں کرتا۔ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ وہ توبہ اور اصلاح کے دروازے اُس وقت تک کھلے رکھتا ہے، جب تک بندے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے خود اُن کو اپنے اوپر بند نہ کر لیں۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۴۷)

۴۵ اصل الفاظ ہیں: 'وَمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡہِ'۔ اِن میں مقابل کے بعض الفاظ عربیت کے اسلوب پر حذف ہو گئے ہیں۔ مثلاً جملے کے پہلے حصے میں 'فِی الۡاَرۡضِ' ہے تو دوسرے حصے میں 'فی السمآء' کا لفظ نہیں آیا۔ اِسی طرح دوسرے حصے میں 'یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡہِ' کے الفاظ ہیں تو پہلے حصے میں 'تدب علی رجلیھا' یا 'ارجلھا' کے الفاظ محذوف ہیں۔ ہم نے ترجمے میں اُنھیں کھول دیا ہے۔

۴۶ مطلب یہ ہے کہ تم ایک نشانی مانگتے ہو، دیکھنے والی آنکھیں ہوں تو زمین پر چلنے والا ہر جاندار اور فضا میں اڑنے والا ہر پرندہ خدا کی ایک عظیم نشانی ہے۔ پھر قرآن میں بھی ہم نے اِن حقائق کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ حقیقت یہ ہے کہ نشانیوں سے تو صحیفۂ عالم بھی بھرا ہوا ہے اور صحیفۂ قرآن بھی، لیکن جو کسی بات کو سمجھنے کے

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿۳۹﴾

ہیں۔ (حقیقت یہی ہے کہ) اللہ (اپنے قانون کے مطابق[۴۷]) جسے چاہتا ہے، گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔ ۳۷-۳۹

لیے تیار ہی نہ ہوں، اُن کا کیا کیا جائے؟

آیت میں 'اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ' کے الفاظ خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ یہ بتاتے ہیں کہ یہاں جانوروں اور پرندوں کی زندگی کے جس پہلو کو نمایاں کر کے پیش کرنا مقصود ہے، وہ اُن کا نظم اجتماعی ہے۔ اِس کی ایک بہترین مثال شہد کی مکھی اور چیونٹی کا اجتماعی شعور ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''...اِن کا مشاہدہ کیجیے تو آپ کی عقل دنگ رہ جائے گی۔ اِن کے اندر اولاد کی پرورش کا کیسا انتظام ہے، خطرات سے بچاؤ کے لیے کیسی بیداری ہے، مستقبل کے حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کیسی پیش بینی ہے، جماعتی فرائض کا کیسا شدید احساس ہے، کیسی اعلیٰ تقسیم کار ہے، کس درجہ مضبوط نظام امر و طاعت ہے، ضروریات کی فراہمی کے لیے کیسی انتھک سرگرمی ہے، رہایش اور اپنے ذخائر کی حفاظت کے لیے تعمیر کا کیسا کمال فن ہے، تلاش و جستجو کا کیسا عمیق جذبہ اور حصول مطلوب کے لیے کیسی زیرکی و ہوشیاری اور پھر کتنی جان بازی و قربانی ہے۔''
>
> (تدبر قرآن ۳/ ۴۸)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ اجتماعی شعور کسی نہ کسی درجے میں تمام جانوروں اور پرندوں میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اِس سے جو حقیقت واضح ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ زمین و آسمان کی مخلوقات کسی اندھے بہرے قانون فطرت سے وجود پذیر نہیں ہوئیں، بلکہ ایک غایت ہے جس کو سامنے رکھ کر تخلیق کی گئی ہیں۔ یہ غایت ہر فرد نوع کی انفرادی زندگی سے بھی سمجھی جا سکتی ہے، لیکن اجتماعی زندگی کے لیے جب یہ جوڑے کا انتخاب کرتے، خاندان بناتے، دوسرے خاندانوں سے متعلق ہوتے اور اپنے بقا و تحفظ کا اہتمام کرتے ہیں تو اِس کا ظہور ایسا واضح ہوتا ہے کہ انسان کی عقل مفلوج نہ ہو گئی ہو تو کبھی اِس کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہ چیز کسی اندھے بہرے قانون فطرت سے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔ قرآن اِس کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اِس کے بعد بھی نہیں سمجھتے ہو کہ اِس کے پیچھے ایک خالق و مدبر کا ہاتھ ہے اور یہ کائنات مختلف ارادوں، متضاد قوتوں اور تمھارے مزعومہ دیوی دیوتاؤں کی رزم گاہ نہیں ہے، بلکہ اُسی وحدہ لا شریک خالق و مدبر کے علم و حکمت اور رحمت و ربوبیت کی جلوہ گاہ ہے۔

۴۷؎ یعنی اِس قانون کے مطابق کہ ہدایت وہی پائیں گے جو اپنے طرز عمل کی بنا پر اُس کے مستحق ہوں گے اور جو

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

اِن سے کہو: ذرا بتاؤ، اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت کی گھڑی آپہنچے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے، اگر تم (اپنے دعووں میں) سچے ہو؟ (نہیں)، بلکہ (ایسے ہر موقع پر) اُسی کو پکارتے ہو۔ پھر وہ چاہے تو اُس مصیبت کو ٹال دیتا ہے جس کے لیے پکارتے ہو اور اپنے (ٹھیرائے ہوئے) شریکوں کو (اُس وقت) تم بالکل بھول جاتے ہو۔[۴۸] ۴۰-۴۱

تم[۴۹] سے پہلے بھی ہم نے بہت سی قوموں کی طرف اپنے رسول بھیجے اور اُنھیں مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ عاجزی اختیار کریں۔[۵۰] پھر جب ہماری طرف سے سختی آئی تو اُنھوں نے کیوں عاجزی اختیار نہ کی؟[۵۱] بلکہ اُن کے دل (اور بھی) سخت ہو گئے اور شیطان نے اُن کے لیے (اُن کے) اُس عمل کو خوبی بنا کر

غلط روی پر اصرار کریں گے، وہ اُسی کے حوالے کر دیے جائیں گے، پھر کبھی راستہ نہ پا سکیں گے۔

۴۸؎ مطلب یہ ہے کہ اِس وقت تو بڑے طنطنے کے ساتھ عذاب کا مطالبہ کر رہے ہو، لیکن وہ آپہنچا تو اپنے سب شریکوں کو بھول جاؤ گے اور اُسی ایک خدا کو پکارو گے جس کے شریک ٹھیرا رہے ہو۔ تم جانتے ہو کہ نفس انسانی میں صرف اُس کی شہادت ثبت ہے۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ جب زندگی میں کوئی ایسا مرحلہ آتا ہے جو اصل آزمایش کا ہوتا ہے تو اپنے تمام فرضی معبودوں کو بھول کر اُسی کو پکارتے ہو۔

۴۹؎ یہاں سے آگے اُس سنت الٰہی کا حوالہ ہے جس کے تحت رسولوں کے مکذبین ہلاک کر دیے گئے۔ اِس سے مقصود قریش کو توجہ دلانا ہے کہ جن قوموں نے عذاب کی نشانی کا مطالبہ کیا ہے، اُنھیں کبھی ایمان لانے کی توفیق نہیں ملی، بلکہ جس عذاب کا مطالبہ وہ کر رہے تھے، اُسی نے اُن کی جڑ کاٹ دی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَيۡءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَآ اُوۡتُوۡٓا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۵﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَخَذَ اللّٰهُ سَمۡعَكُمۡ وَاَبۡصَارَكُمۡ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوۡبِكُمۡ مَّنۡ

پیش کر دیا جو وہ کر رہے تھے۔ پھر جس چیز سے اُنھیں یاددہانی کی گئی تھی، جب اُنھوں نے بھلا دی[۵۲] تو ہم نے ہر طرح کی خوش حالیوں کے دروازے اُن پر کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ہماری اُن بخششوں پر اترانے لگے جو اُن پر کی گئی تھیں تو اچانک ہم نے اُنھیں پکڑ لیا، اب حال یہ تھا کہ بالکل ششدر ہو کر رہ گئے۔ اِس طرح اُن لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی[۵۳] جنھوں نے (اپنی جان پر) ظلم ڈھایا تھا اور شکر اللہ ہی کے لیے ہے جو عالم کا پروردگار ہے (کہ اُس نے زمین کو اِن ظالموں سے پاک کر دیا)[۵۴]۔ ۴۲-۴۵

اِن سے پوچھو: کبھی سوچا ہے کہ اگر اللہ تمھاری سماعت و بصارت تم سے چھین لے اور تمھارے دلوں

۵۰؎ اصل میں لفظ 'تَضَرُّع' آیا ہے۔ یہ قرآن کی خاص تعبیر ہے جو دل کی خشیت اور انابت و عبدیت کے احساس کے ساتھ خدا کے آگے جھک جانے کے لیے اختیار کی گئی ہے۔

۵۱؎ یہ حسرت و افسوس کا جملہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سختی سے مقصود تو تنبیہ تھی، مگر کتنے بد قسمت تھے یہ لوگ کہ متنبہ ہونے کے بجاے اور سرکش ہو گئے۔

۵۲؎ یعنی اُن مصائب و آلام سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا جن میں مبتلا کیے گئے تھے، بلکہ اُنھیں بھلا کر بالکل نچنت ہو گئے۔

۵۳؎ یہ نہایت لطیف تعبیر ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"...اِس سے پہلے اِس طرح کے مجرموں پر ابتلا کے جو جھونکے آتے ہیں، اُن سے اُن کے شجرِ ہستی کے صرف برگ و بار متاثر ہوتے ہیں اور وہ بھی وقتی طور پر، اُن کی جڑ محفوظ رہتی ہے، لیکن جب یہ وقت آجاتا ہے تو خدا اُن پر عذاب بھیجتا ہے جو اُن کے وجودِ قومی ہی کو جڑ پیڑ سے اکھاڑ کے پھینک دیتا ہے۔" (تدبرقرآن ۳/ ۵۲)

۵۴؎ یہ اُس احساس کا اظہار ہے جو خدا سے سرکشی کرنے والوں کے انجام پر ہر بندۂ مومن کے دل میں پیدا ہونا چاہیے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اِلٰـہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِہٖ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُصَرِّفُ الۡاٰیٰتِ ثُمَّ ہُمۡ یَصۡدِفُوۡنَ ﴿۴۶﴾ قُلۡ
اَرَءَیۡتَکُمۡ اِنۡ اَتٰىکُمۡ عَذَابُ اللّٰہِ بَغۡتَۃً اَوۡ جَہۡرَۃً ہَلۡ یُہۡلَکُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۷﴾
وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ فَمَنۡ اٰمَنَ وَاَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ
عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّہُمُ الۡعَذَابُ بِمَا
کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۴۹﴾

پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو اُسے واپس لا دے گا؟[۵۵] دیکھو، کس طرح ہم اپنی آیتیں مختلف پہلووں سے (اُن کے سامنے) پیش کر رہے ہیں، پھر بھی یہ اعراض کرتے ہیں۔ پوچھو: کبھی سوچا ہے کہ اگر اللہ کا عذاب[۵۶] تم پر اچانک آ دھمکے یا ہانکے پکارے آ ئے تو کیا ظالموں کے سوا کسی اور کو ہلاک کیا جائے گا؟ رسولوں کو تو ہم صرف اِس لیے بھیجتے ہیں کہ (لوگوں کے لیے) خوش خبری دینے والے اور (اُنھیں) خبردار کرنے والے ہوں۔[۵۷] سو جنھوں نے مان لیا اور اصلاح کر لی تو اُنھیں کوئی اندیشہ اور کوئی غم نہ ہوگا۔ (اِس کے برخلاف) جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا، اُن کی نافرمانیوں کی پاداش میں (ہمارا) عذاب اُنھیں پکڑے گا۔ ۴۶-۴۹

۵۵؎ مطلب یہ ہے کہ یہی وقت ہے کہ اِن قوتوں سے وہ کام لیا جائے جس کے لیے یہ دی گئی ہیں۔ اگر اللہ نے اِنھیں سلب کر لیا تو دوبارہ کہاں سے حاصل کرو گے؟ اِس کے بعد تو صرف حسرتیں باقی رہ جائیں گی۔

۵۶؎ اِس سے مراد وہ عذاب ہے جو رسولوں کی تکذیب کرنے والوں پر اتمام حجت کے بعد آتا ہے اور صرف اُنھی کو ہلاک کرتا ہے۔ اہل ایمان اُس سے لازماً بچا لیے جاتے ہیں۔

۵۷؎ یعنی وہ عذاب لانے یا معجزے دکھانے کے لیے نہیں بھیجے جاتے جس کا مطالبہ تم شب و روز کرتے ہو، بلکہ انذار و بشارت کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اِس کے مضمرات کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ’’... اِس سے ایک حقیقت تو یہ واضح ہوئی کہ اللہ کے رسول خدا کی رحمت کے مظہر ہوتے ہیں، عذاب اُن کی بعثت کے مقاصد میں سے نہیں، بلکہ اُن کی تکذیب کے لوازم و نتائج میں سے ہے۔ دوسری یہ کہ رسولوں سے لوگوں کو چاہنی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اِن سے کہہ دو، (اے پیغمبر): میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے کی جاتی ہے۔[۵۸] کہہ دو: (میرا سوال صرف یہ ہے)، کیا اندھے اور دیکھنے والے، دونوں یکساں ہو جائیں گے؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟[۵۹] ۵۰

وہ چیز چاہیے جس کے لیے وہ آتے ہیں، یعنی ایمان اور عمل صالح کی ہدایت، نہ کہ وہ چیز جس سے وہ لوگوں کو بچانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں، تیسری یہ کہ یہ خوارق وعجائب نہ رسولوں کے خصائص میں سے ہیں اور نہ اُن کی تعلیم و دعوت کے لوازم میں سے، بلکہ اِن کا ظہور اگر ہوتا ہے تو محض اتمام حجت کے طور پر ہوتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ چوتھی یہ کہ اِس میں رسول کے لیے پیام تسکین ہے کہ وہ اپنا تعلق اپنے اصل مقصد بعثت ـــــ بشارت اور انذار ـــــ سے رکھے، جو باتیں اُس کے فرائض سے غیر متعلق ہیں، اُن کو خدا پر چھوڑے، بلاوجہ اُن کے لیے پریشان نہ ہو۔''

(تدبر قرآن ۳/ ۵۴)

۵۸؎ مطلب یہ ہے کہ بحث کرنی ہے تو اُس چیز پر کرو جو میں تمھارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ میں غیب نہیں جانتا یا فرشتہ نہیں ہوں، اِس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میری بحث کا موضوع اِن میں سے کوئی چیز کبھی نہیں رہی۔ میں تو وہی کہتا ہوں جو وحی کے ذریعے سے مجھے کہنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

۵۹؎ یعنی سمع و بصر کی صلاحیتوں سے کام لینے والوں اور آنکھیں بند کر کے زندگی بسر کرنے والوں کا انجام خدا کے ہاں الگ الگ ہوگا یا دونوں برابر ہو جائیں گے؟ میں تم سے صرف یہ پوچھتا ہوں کہ تم اِس بات پر غور کیوں نہیں کرتے؟

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org